# نہج السلامۃ فی حکم تقبیل الابہامین فی الاقامۃ

اقامت کے دوران انگوٹھے چومنے کے حکم میں عمدہ تفصیل





اقامت میں حضور ﷺ کا نام نامی سن کر
انگوٹھے چومنے کا مدلل بیان اور منکرین کا رد

تصنیف لطیف
اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت
امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ

# نہج السلامہ فی حکم تقبیل الابہامین فی الاقامہ [۲۳] [۱۳]

## (اقامت کے دوران انگوٹھے چومنے کے حکم میں عمدہ تفصیل ۔ت)



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

**مسئلہ (۳۸۷)** ازاپر برہما شہر مانڈے سورتی مسجد مرسلہ مولوی احمد مختار صاحب قادری رضوی صدیقی میرٹھی

۲۶ جمادی الاخرے ۱۳۳۳ ہجری

منقول از فتاوٰی امدادیہ معروف بہ فتاوٰی اشرفیہ جلد چہارم صفحہ ۵۷ و ۵۸

**سوال** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ جس وقت مؤذن اقامت میں "اشہد ان محمدا رسول اللہ" بولے تو سُننے والا دونوں انگوٹھوں کو چُوم کر دونوں آنکھوں پر رکھے یا نہیں، اگر رکھتا ہے تو آیا جائز یا مستحب یا واجب یا فرض ہے، اور جو شخص اُس کا مانع ہووے اُس کا کیا حکم ہے اور اگر نہیں رکھتا ہے تو آیا مکروہ یا مکروہِ تحریمی یا حرام ہے اور جو مرتکب اس فعل کا ہووے اُس کا اور جو حکم کرے اُس کا کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

جدیدیہ کہ اذان پر قیاس کرکے تحریر نہ فرمائیں بلکہ درصورت جواز یا عدم جواز کسی کتاب معتبر سے عبارت نقل کرکے

تحریر فرمائیں۔

**جواب** اوّل تو اذان ہی میں انگوٹھے چُومنا کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں اور جو کچھ بعض لوگوں نے اس بارے میں روایت کیا ہے وہ محققین کے نزدیک ثابت نہیں، چنانچہ شامی بعد نقل اُس عبارت کے لکھتے ہیں:

وذکر ذلک الجراحی واطال ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل ھذا شیئ انتہی۔[1] (جلد اول صفحہ ۲۶۷)

جراحی نے اس بحث کا طول، ذکر کیا ہے پھر کہا ان میں سے کوئی حدیث مرفوع درجۂ صحت کو نہیں پہنچی انتہی۔ (ت)

مگر اقامت میں تو کوئی ٹوٹی پھوٹی روایت بھی موجود نہیں پس اقامت میں انگوٹھے چُومنا اذان کے وقت سے بھی زیادہ بدعت بے اصل ہے اسی واسطے فقہاء نے اس کا بالکل انکار کیا ہے یہ عبارت شامی کی ہے:

ونقل بعضھم ان القھستانی کتب علی ھامش نسختہ ان ھذا مختص بالاذان واما فی الاقامۃ فلم یوجد بعد الاستقصاء التام والتتبع۔[2] (جلد اول ص ۲۶۷)

بعض نے نقل کیا کہ قہستانی نے اپنے ایک نسخہ کے حاشیہ پر تحریر کیا ہے کہ یہ اذان کے ساتھ مختص ہے، اقامت میں جستجو اور تلاش بسیار کے باوجود ثبوت نہیں ملا۔ (ت)

یہی مفتی صاحب لم یصح فی المرفوع پر حاشیہ منیہ لکھتے ہیں:



قلت واما الموقوف فانہ وان کان منقولا لکن مع ضعف اسنادہ لیس فیہ کون ھذا العمل طاعۃ بل ھو رقیۃ للحفظ عن رمد والعوام یفعلونہ باعتقاد کونہ طاعۃ ۱۲ منہ حاشیہ صاحب فتاوٰی اشرفیہ بر عبارت شامی۔

رہی موقوف حدیث تو وہ اس سلسلہ میں اگرچہ منقول ہے، لیکن اس کی سند ضعیف ہونے کے ساتھ اس میں یہ نہیں ہے کہ یہ عمل عبادت وطاعت ہے بلکہ یہ صرف آنکھوں کے دُکھنے کا علاج ہے اور عوام اسے عبادت سمجھتے ہوئے بجالاتے ہیں ۱۲ منہ (ت)

گزارش و موجب تکلیف دہی یہ ہے کہ ہفتہ گزشتہ میں ایک عریضہ دربارہ استفتائے تقبیل ابہامین عند قول المؤذن اشھد ان محمدا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابلاغ خدمت کیا ہے آج فتاوائے امدادیہ میں ایک صاحب نے عبارت مرقومۂ بالا دکھائی جو بلفظہ ملاحظۂ عالی میں پیش کرکے رفعِ شکوک کا خواستگار ہوں وھی ھذہ:

---

[1] ردالمحتار علٰی درالمختار باب الاذان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۶۷

[2] " " " " " " ۱/۲۶۷

(۱) علامہ شامی یا دوسرے محققین نے تقبیل کے بارہ میں ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت نقل کرکے "لم یصح فی المرفوع" (کوئی مرفوع حدیث نہیں ملی ۔ ت) یا اس کے ہم معنی الفاظ تحریر کئے ہیں ان سے حدیث کے مرفوع ہونے کا انکار ہے یا کلیۃً تقبیل ہی کا ثبوت صحت کو نہیں پہنچتا، مفتی صاحب کی تحریر و حاشیہ خود غور طلب ہے پھر اُن کے معتقدین تقبیل مطلق کو غیر صحیح فرماتے ہیں خواہ بروایت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ یا بہ تعلیم سیدنا خضر علیہ السلام جامع الرموز نے کنز العباد سے جو عبارت نقل کی ہے اُس میں اثبات استحباب ہے ۔ مجموعہ فتاوٰی جلد سوم صفحہ ۴۲، طحطاوی نے شرح مراقی الفلاح مصری صفحہ ۱۱۸ میں اسی روایت کو نقل کیا ہے نیز فردوس دیلمی سے حدیث ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ مرفوعاً لکھ کر حضرت خضر علیہ السلام سے عملاً روایت بطور تائید بیان کے علٰی ہذا سادات احناف کی اکثر کتب میں موجود ہے ۔ اعانۃ الطالبین علٰی حل الفاظ فتح المعین مصری ص ۲۴۷ (فقہ شافعی):

وفی الشنوانی مانصہ من قال حین یسمع قول المؤذن اشھد ان محمدا رسول اللہ مرحبًا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثم یقبل ابھامیہ و یجعلھما علی عینیہ لم یعم ولم یرمد ابدا انتہی[1]

شنوانی میں عبارت یہ ہے : جس نے مؤذن کا یہ جملہ "اشھد ان محمدا رسول اللہ" سن کر کہا "مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم" پھر اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگائے تو وہ نہ کبھی اندھا ہوگا اور نہ اس کی آنکھیں کبھی خراب ہوں گی انتہی (ت)

کفایۃ الطالب الربانی لرسالۃ ابن ابی زید القیروانی فی مذہب سیدنا الامام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ مصری جلد ۱ ص ۱۶۹

فائدۃ : نقل صاحب الفردوس ان الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ لما سمع قول المؤذن اشھد ان محمدا رسول اللہ قال ذلك وقبل باطن انملۃ السبابتین ومسح عینیہ فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من فعل مثل خلیلی فقد حلت علیہ شفاعتی ، قال الحافظ السخاوی ولم یصح ، ثم نقل عن

فائدۃ : صاحب الفردوس نے نقل کیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جب مؤذن کا یہ جملہ سنا "اشھد ان محمدا رسول اللہ" تو آپ نے یہ دُہرایا اور دونوں شہادت کی انگلیوں کا باطنی حصہ اپنی آنکھوں سے لگایا تو اس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا : جس شخص نے یہ عمل کیا جو میرے اس دوست نے کیا ہے تو اس کے لیے میری شفاعت

---

[1] اعانۃ الطالبین فصل فی الاذان والاقامۃ مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۳۳

الخضر انه علیه الصلاۃ والسلام قال من قال حین یسمع قول المؤذن اشھد ان محمدا رسول اللہ مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبداللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) ثم یقبل ابھامیہ ویجعلھما علی عینیہ لم یعم و لم یرمد ابدا ونقل غیر ذلک ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل ھذا شئ واللہ تعالٰی اعلم۔

ثابت ہوگئی۔ حافظ سخاوی نے کہا کہ یہ صحیح نہیں، پھر حضرت خضر علیہ السلام سے یہ منقول ہے فرمایا کہ جو شخص مؤذن کا یہ جملہ اشھد ان محمدا رسول اللہ سن کر یہ کہے مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبداللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) پھر اپنے دونوں انگوٹھے چوم کر اپنی دونوں آنکھوں سے لگائے تو وہ نہ کبھی اندھا ہوگا اور نہ اس کی آنکھیں کبھی خراب ہوں گی اور اس کے علاوہ نے بھی ذکر کیا، پھر کہا کہ اس سلسلہ میں کوئی مرفوع صحیح روایت نہیں ملی واللہ تعالٰی اعلم (ت)

علامہ الشیخ علی الصعیدی العدوی اسی شرح کے حاشیہ میں یوں فرماتے ہیں:

(قولہ ثم یقبل الخ) لم یبین موضع التقبیل من الابھامین الا انہ نقل عن الشیخ العالم المفسر نور الدین الخراسانی قال بعضھم لقیتہ وقت الاذان فلما سمع المؤذن یقول اشھد ان محمدا رسول اللہ قبل ابھامی نفسہ ومسح بالظفرین اجفان عینیہ من الماق الی ناحیۃ الصدغ ثم فعل ذلک عند کل تشھد مرۃ مرۃ فسألتہ عن ذلک فقال کنت افعلہ ثم ترکتہ فمرضت عینای فرأیتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منامًا فقال لم ترکت مسح عینیک عند الاذان ان اردت ان تبرأ عیناک فعد الی المسح

(قولہ ثم یقبل الخ) انگوٹھوں کی کون سی جگہ چومے، اس میں اس کا ذکر نہیں کیا، مگر شیخ العالم المفسر نورالدین خراسانی سے یہ منقول ہے بعض لوگوں نے کہا میں ان سے دوران اذان ملا جب انہوں نے مؤذن سے اشھد ان محمدا رسول اللہ سنا تو انہوں نے اپنے دونوں انگوٹھے چومے اور ان دونوں کے ناخن اپنی پلکوں پر ناک کی طرف ملے پھر انہوں نے ہر بار ایسا کیا تو میں نے ان سے اس کے بارے میں سوال کیا تو وہ کہنے لگے میں پہلے یہ عمل کیا کرتا تھا پھر میں نے اسے چھوڑ دیا تو میری آنکھیں خراب ہوگئیں اور مجھے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو فرمایا: تُو نے اذان کے وقت

---

۱؎ کفایۃ الطالب الربانی لرسالۃ ابن ابی زید القیروانی، مطبوعہ مصر ۱/۱۶۹

فاستيقظت وصحت فبرئت ولو يعاود في مرضهما الى الأن انتهى فهذا يدل على ان الاولى التكرير والظاهر انه حيث كان المسح بالظفرين ان التقبيل لهما[1] والله تعالٰی اعلم۔

آنکھوں پر انگوٹھے لگانے کیوں ترک کردئے اگر تو چاہتا ہے کہ تیری آنکھیں درست ہوجائیں تو انگوٹھے چومنا دوبارہ شروع کردے پھر میں بیدار ہُوا اور میں نے انگوٹھے چُومنے کا عمل کیا تو میں صحیح ہوگیا، اس کے بعد آج تک میری آنکھیں کبھی خراب نہیں ہوئیں انتہی،

پس یہ عبارت دلالت کررہی ہے کہ بار بار کرنا بہتر ہے اور ظاہر یہی ہے کہ جب کبھی آنکھوں پر انگوٹھے لگائے تو چُوما بھی انھیں کرے، والله تعالٰی اعلم (ت)

ان تمام عبارات میں کہیں تقبیل ابہامین پر نکیر ثابت نہیں ہوتی بلکہ استحباب کا پتا الفاظ صریحہ میں ملتا ہے برخلاف اس کے صاحبِ فتاوی اشرفیہ عبارت شامی پر حاشیہ لکھ کر مباح (ص ۲ ملاحظہ ہو) مان رہے ہیں پھر اُس مباح کو بھی بدعت ٹھہرا رہے ہیں اس تضاد و اشکال کو رفع فرماکر قاطع فیصلہ فرمایا جائے۔

صاحبِ فتاوی اشرفیہ عمل مانحن فیہ کو اپنے حاشیہ مذکورہ میں رقیہ مان کر دعوٰی کرتے ہیں والعوام یفعلونہ باعتقاد الطاعۃ (عوام اسے عبادت سمجھ کر کرتے ہیں۔ ت) یہاں صرف یہ اشکال ہے کہ اعتقاد قلب سے تعلق رکھتا ہے اُس پر مفتی صاحب مذکور کو کس طرح اطلاع ہُوئی اور علاوہ ان کے نزدیک رسول علیہ الصلاۃ و السلام بھی باوصف اعلام علّام مافی الصدور علوم غیبیہ سے بے خبر ہیں (معاذ الله) وہ بھی عامۂ مومنین کے دلی خیال اور اعتقاد سے اطلاع ہوئی خواہ وہ ہند میں ہوں یا کابل میں، ایران میں ہوں یا عرب شریف میں، غرض شرق میں ہوں یا غرب میں حیث یقول والعوام یفعلونہ باعتقاد الطاعۃ (عوام اسے عبادت سمجھ کر کرتے ہیں۔ ت) یہاں بعض الناس نے سخت فتنہ برپا کر رکھا ہے متردد کہ جلد تر جواب باصواب سے اعزاز بخشیں اجرکم الله تعالٰی بجاہ طٰہٰ و یٰسٓ صلی الله تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین والحمد لله رب العٰلمین۔ مختار صدیقی

## الجواب

اس مسئلہ کی تحقیق بالغ و تنقیح بازغ میں بائیس سال ہوئے فقیر نے منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین ۱۳۰۱ھ لکھی کہ بتیس سال ہوئے بمبئی میں چھپ کر ملک میں مفت تقسیم ہُوئی اب میرے پاس صرف ایک نسخہ باقی ہے کہ آپ جیسے علم دوست حق پرست کی اعانت کو بغرض ملاحظہ مرسل، ایک نسخہ بھی اور رہتا تو

---

[1] حاشیہ علی کفایۃ الطالب الربانی الخ مطبوعہ مصر ۱/۱۷۰

ہدیۃً حاضر کردیتا بعد ملاحظہ برنگ واپس فرمائیں یہ رسالہ باذنہٖ تعالٰی دربارہ حدیث وفقہ منکرین کے خیالات باطلہ عاطلہ کی بیخ کنی وصفرا شکنی کو بس ہے لہٰذا اُن سے زیادہ تعرض کی حاجت نہیں صرف بعض امورِ جہالات فتوائے مذکور کے متعلق اجمالاً گزارش و باللہ التوفیق۔

(۱) دعوٰی یہ کہ اذان میں کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں، اور اس پر دلیل شافی کی جراحی سے نقل کہ ان میں سے کوئی حدیث مرفوع درجۂ صحت کو نہیں پہنچی جو خود مشیر ہے کہ اس کی احادیث موقوفہ پر یہ حکم نہیں ورنہ مرفوع کی تخصیص کیوں ہوتی عبارات کتب میں مفہوم مخالف بلاشبہ معتبر ہے، اسی شامی طابع قسطنطنیہ جلد ۵ ص ۵۲ میں ہے:

فان مفاھیم الکتب حجۃ ولو مفھوم لقب علی ما صرح بہ الاصولیون[1]۔

عبارات کتب میں مفہومِ مخالف حجت ہوتا ہے خواہ وہ مفہوم لقبی ہو، علمائے اصول نے یہی تصریح کی ہے۔ (ت)

نیز جلد اول ص ۱۶۷:

یفتی بہ عند السؤال اھ ای لان مفاھیم الکتب معتبرۃ کما تقدم[2]۔

سوال کے وقت اسی پر فتوٰی ہوگا کیونکہ عباراتِ کتب میں مفہومِ مخالف حجت ہوتا ہے، جیسے کہ پہلے گزرچکا ہے۔ (ت)



دُرِمختار بیان سُننِ وضو میں نہرالفائق سے ہے:

مفاھیم الکتب حجۃ بخلاف اکثر مفاھیم النصوص[3]۔

عبارات کتب میں مفہوم مخالف حجت ہوتا ہے اور نصوص کے اکثر مفاہیم معتبر نہیں ہوتے (ت)

احادیثِ موقوفہ کیا روایت نہیں لاجرم ملا علی قاری نے موضوعاتِ کبیر میں کل مایروی فی ھذا فلایصح رفعہ البتۃ (اس سلسلہ میں جو کچھ مروی ہے اس کا مرفوع ہونا کسی طرح بھی صحیح نہیں۔ ت) لکھ کر فرمایا:

قلت واذا ثبت رفعہ الی الصدیق رضی اللہ

میں کہتا ہوں جب اس کا مرفوع ہونا صدیقِ اکبر

---

| | | | |
|---|---|---|---|
| [1] ردالمحتار | باب الاجارۃ الفاسدۃ | مطبوعہ مصطفی البابی مصر | ۵/۳۸ |
| [2] ردالمحتار | کتاب الطہارۃ | " " " | ۱/۱۱۹ |
| [3] درمختار | " | " مجتبائی دہلی | ۱/۲۱ |

| | |
|---|---|
| تعالٰی عنہ فیکفی العمل بہ لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین[1]۔ | رضی اللہ تعالٰی عنہ تک ثابت ہے تو عمل کے لیے اتنا ہی کافی ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنّت لازم ہے۔" (ت) |

(۲) صحیح کی نفی سے معتبر کی نفی جاننا فنِ حدیث سے جہالت پر مبنی۔ کُتبِ رجال میں ہزار جگہ ملے گا یعتبر بہ و لا یحتج بہ (یہ معتبر ہے لیکن اس سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔ ت) اور فضائل اعمال میں احادیث معتبرہ بالاجماع کافی اگرچہ صحیح بلکہ حسن بھی نہ ہوں۔

(۳) فقہ میں روایت، روایت فقہیہ بھی ہے بالفرض اگر حدیث معتبر مطلقاً منفی تو اُس سے روایتِ معتبرہ کی نفی یا جہل محض ہے یا نری غیر مقلدی کہ بے ثبوت حدیث روایت فقہیہ معتبر نہ مانی۔



(۴) یہیں یہیں اسی شامی میں قہستانی و فتاوی صوفیہ و کنز العباد سے صراحۃً اس کا استحباب منقول اور بصیغۂ جزم بلا تعقب مذکور و مقبول، تو شامی سے صرف نسبت حدیث ایک کلام نقل کر لانا اور اُسی عبارت میں شامی کے حکم مقررِ فقہی کو چھوڑ جانا صریح خیانت ہے۔

(۵) پھر روایت فقہیہ قصداً بچا کر وہ سالبہ کلیہ کہ کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں صاف اغوائے عوام ہے کیا کتبِ فقہ میں ہزار سے کم اس کے نظائر ملیں گے کہ حکم فقہی پر جو حدیث نقل کی اُس میں کلام کر دیا گیا مگر اس سے روایت فقہی نامعتبر نہ ہوئی، ہاں وہی غیر مقلدی کی علت پیچھے ہو تو کیا علاج!

(۶) اقامت میں کوئی ٹوٹی پھوٹی روایت بھی موجود نہ ہونے پر شامی کا کلام نقل کیا کہ بعض نے قہستانی سے نقل کیا کہ اُنھوں نے اپنے نسخہ کے حاشیہ پر لکھا کہ دربارۂ اقامت بعد تلاش کامل روایت نہ ملی اور انہیں شامی کا کلام نہ دیکھا کہ ایسی نقل نقلِ مجہول اور نقلِ مجہول محض نامقبول، جلد دوم ص ۵۱۲:

| | |
|---|---|
| قول المعراج ورأیت فی موضع الخ (ای معزوا الی المبسوط) لایکفی فی النقل | معراج کا قول اور میں نے ایک جگہ دیکھا ہے الخ (یعنی مبسوط کی طرف منسوب ہے) جہالت کی وجہ سے |

---

[1] الاسرار المرفوعۃ فی اخبار الموضوعہ حرف المیم مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ص ۲۱۰

لجہالتہ[۱] نقل میں وہ ناکافی ہے۔(ت)

وہاں بواسطہ مجہول ناقل امام قوام الدین کاکی شارح ہدایہ تھے یہاں شامی، وہاں منقول عنہ بلاواسطہ امام شمس الائمہ سرخسی تھے یا خود محرر المذہب امام محمد اور یہاں قہستانی ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

(اتنا بڑا فرق کہاں وہ کہاں یہ)

جب وہ بوجہ جہالت واسطہ مقبول نہ ہوئی اس کی کیا ہستی، مگر کیا کیجے کہ ع

عقل بازار میں نہیں بکتی

(۷) لم یوجد (روایت نہیں پائی گئی۔ت) اور "موجود نہیں" میں جو فرق ہے عاقل پر مخفی نہیں، مگر عقل بھی ہو، یہ تو خالی نایافت کی نقل ہے کہ شہادت علی النفی سے زائد نہ ٹھہرے گی آکد الفاظ فتوٰے سے فتوٰی منقول ہوا اور بوجہ جہالت نامقبول ہوا، انھیں علامہ شامی کا کلام سُنیے عقود الدریہ جلد ۲ ص ۱۰۹:

نقل الزیلعی ان الفتوی علی قولھما فی جوازھا قال الشیخ قاسم فی تصحیحہ مانقلہ الزیلعی شاذ مجھول القائل اھ[۲]۔

زیلعی نے نقل کیا ہے کہ فتوٰی ان دونوں کے قول پر اسکے جواز میں ہے، شیخ قاسم نے اپنی تصحیح میں کہا کہ زیلعی سے جو منقول ہے وہ شاذ ہے کیونکہ قائل مجہول ہے اھ(ت)



دُرمختار میں ہے:

علیہ الفتاوٰی زیلعی وبحر معزیا للمغنی لکن ردہ العلامۃ قاسم فی تصحیحہ بان مافی المغنی شاذ مجھول القائل فلایعول علیہ[۳]

اس پر زیلعی اور بحر کا فتوٰی ہے انھوں نے مغنی کی طرف منسوب کیا، لیکن علامہ قاسم نے اسے اپنی تصحیح میں بایں طور رَد کیا کہ مغنی میں جو کچھ ہے وہ شاذ ہے کیونکہ اس کا قائل مجہول ہے لہذا اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔(ت)

شامی نے اسے مقرر رکھا۔

(۸) اس پر یہ ادعا کہ اسی واسطے فقہا نے اُس کا بالکل انکار کیا ہے صریح کذب ہے۔

---

[۱] ردالمحتار باب الولی من کتاب النکاح مطبوعہ مصطفٰے البابی مصر ۲/۳۳۹

[۲] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوٰی الحامدیۃ کتاب الاجارۃ الخ مطبوعہ تاجران کتب ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۱۲۶

[۳] درمختار باب الاجارۃ الفاسدۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲/۱۷۷

(٩) اس پر کہنا کہ یہ عبارت شامی کی ہے بکف چراغی ہے شامی میں قہستانی سے بنقل مجہول یہ منقول کہ اس کی روایت نہ ملی اگر بالفرض غلطیہ نقل مجہول مقبول بھی ہو اور عدمِ وجدان روایت عدمِ وجود روایت بھی ہو تو نفیِ روایت روایتِ نفی نہیں، بذا کا اشارہ جانب نقل ہے نہ جانے حکم فقہا نے بالکل انکار کیا کس گھر سے لائے۔

(١٠) انتہم بر علم تو غایت درجہ یہ قہستانی کا اپنا انکار ہوگا نہ کہ وہ فقہا سے کوئی قول نقل کر رہے ہیں اور قہستانی کا بایں معنی فقہا میں شمار کہ اُن کا اپنا قول بلانقل مسلّم ہو یقیناً باطل ہے بلکہ نقل میں بھی اُن کی وہ حالت جو خود یہی علامہ شامی عقود الدریہ جلد ٢ ص ٢٩٧ میں بتاتے ہیں کہ:

القهستانی کجارف سیل وحاطب لیل خصوصا واستناده الی کتب الزاهدی المعتزلی۔[١]

قہستانی بہالے جانے والے سیلاب اور رات کو لکڑی اکٹھی کرنے والے کی طرح ہے خصوصاً جبکہ اس کا استناد زاہدی معتزلی کی کتب کی طرف۔ (ت)

اور کشف الظنون حرف النون میں علامہ عصام اسفرائنی کا قول نہ دیکھنا کہ اس ادعائے باطل کی لگی نہ رکھے گا اور بالکل کشف ظنون بلکہ علاجِ جنون کر دے گا ہم نے پتا بتا دیا نہ ملے تو پیش بھی کر دیں گے اِن شاء اللہ تعالٰی۔

(١١) یہ بھی سہی تو کیسا ظلم شدید و تعصب عنید ہے کہ مسئلہ اقامت میں قہستانی کا اپنا قول بلانقل بلکہ صرف روایت نہ پانا سند میں پیش کیا جائے اور اُسے انھیں ایک فقیہ نہیں بلکہ فقہا کا انکار ٹھہرا دیا جائے اور یہیں یہیں مسئلہ اذان میں جو یہی قہستانی خاص روایت فقہی نقل فرما کر حکم استحباب بتا رہے ہیں وہ مردود و نامعتبر قرار پائے، غرض بڑی امام اپنی ہوائے نفس ہے وبس۔

(١٢) اقامت میں اذان سے بھی زیادہ بدعت و بے اصل ہے یعنی بدعت و بے اصل اذان میں بھی ہے یہ وہی مرضِ غیر مقلدی ہے کہ فقہا اگرچہ صراحۃً مستحب فرمائیں مگر اُن کا قول مردود اور بدعت مذمومہ ہونا غیر مسدود۔

(١٣) نہیں نہیں نری غیر مقلدی نہیں بلکہ اجماعِ اُمت کا رَد اور غیر سبیل المومنین کا اتباعِ بَد ہے جس پر قرآن عظیم میں نصلہ جہنم وساءت مصیرا[٢] کی وعید مؤکد ہے، احادیث یہاں قطعاً مروی مرفوع بھی اور موقوف بھی اور غایت اُن کا ضعف جس کا بیان قطعی منیر العین میں ہے جس سے حق کی آنکھیں پُرنور اور باطل کی ظلمتیں دُور بلکہ خود اسی قدر عبارت کہ منکر نے نقل کی منصف کو کافی کہ اُس میں صرف لم یصح (صحیح نہیں۔ ت) کہا اور وُہ بھی فقط احادیث مرفوعہ تو اگر سب کو کہتے جب بھی نفیِ صحت سے غایت درجہ اتنا معلوم ہوتا کہ ضعیف ہیں پھر



---

[١] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ کتاب الاجارۃ الخ مطبوعہ تاجران کتب ارگ بازار قندھار افغانستان ٢/ ٢٥٦

[٢] القرآن ٤/ ١١٥

ضعیف تعدد طرق سے حسن ہوجاتی اور مسائل حلال و حرام میں بھی حجت قرار پاتی ہے اور نہ بھی سہی تو قطعاً باب فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالاجماع مقبول اور مخالف اجماع مردود و مخذول۔ اربعین امام ابوزکریا نووی رحمہ اللہ تعالیٰ میں ہے:

قد اتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال[1]

علماء محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل جائز ہے (ت)

(۱۴) اجماعِ اُمت کا خلاف وہاں دشوار نہ تھا مصیبت یہ ہے کہ جمہور وہابیہ کی بھی مخالفت ہوئی کہ تخصیص عدم صحت باحادیث مرفوعہ نے صحت بتائی، ملا علی قاری کی عبارت گزری تو قرونِ ثلثہ میں اصل متحقق ہوئی پھر بدعت و بے اصل کہنا اصولِ وہابیت پر بھی چھری پھیرنا ہے۔

(۱۵) وہابیت بھیم سخت تر آفت یہ ہے کہ دیوبندیت کے امام اعظم جناب گنگوہی صاحب سے چل گئی اور وہ بھی بہت بُری طرح کہ ان کی سنت اُن کی بدعت، ان کی ہدایت، اُن کی ضلالت یہ فاعل کو بدعتی گمراہ ٹھہرائیں وُہ ان کو منکر سنت ضال بدراہ بتائیں پھر یہ کیا اُنھیں چھوڑ دیتے ہیں یہ کہیں گے کہ وہ بدعت ضلالت کو سنت بتا کر سخت گمراہ بے دین ہوئے کفی اللہ المؤمنین القتال (لڑائی میں مومنوں کیلئے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ ت) اس کا مفصل بیان منیر العین افادہ ۳۰ میں ملاحظہ ہو مجملاً یہ کہ بیا احادیث تقبیل گنگوہی صاحب کے نزدیک بھی فضائل اعمال کی ہیں کہ اس پر ترغیب و ثواب اُن میں مذکور ہے، مسند الفردوس کی حدیث میں بروایت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ انھوں نے اذان میں نام سُن کر انگلیوں کے پوروں کو بوسہ دے کر آنکھوں پر پھیرا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

من فعل مثل ما فعل خلیلی فقد حلت علیہ شفاعتی[2]

جو ایسا کرے جیسا میرے اس پیارے نے کیا اُس پر میری شفاعت حلال ہوجائے گی۔

جامع الرموز و کنز العباد وغیرہما میں ہے:

فانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکون قائدا لہ الی الجنۃ[3]

جو ایسا کرے گا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے پیچھے پیچھے اسے جنت میں لے جائیں گے۔

اور یہ تو روایات عدیدہ میں ہے جو ایسا کرے کبھی اندھا نہ ہوگا نہ اُس کی آنکھیں دُکھیں، یہ کیا فضیلت و

---

[1] شرح متن اربعین نوویہ قبیل حدیث اول مطبوعہ امیر دولت قطر ص ۶

[2] المقاصد الحسنۃ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ ″ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۳۸۴

[3] جامع الرموز باب الاذان مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۲۵

ترغیب نہیں بہرحال یہ حدیثیں فضائلِ اعمال کی ہیں، اور گنگوہی صاحب براہینِ قاطعہ طبع دوم ص۹۶ میں فرماتے ہیں: "سب کا یہ مدعا ہے کہ فضائلِ اعمال میں ضعیف پر عمل درست ہے"[1] ظاہر ہے کہ درست یہاں بمعنی جائز ہی ہے خصوصاً جبکہ امیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ثبوت لیں جیسا کہ عبارتِ علی قاری میں گزرا، جب تو اس مسئلہ قبول ضعاف کی بھی حاجت نہ ہوگی کہ شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کی تقلید کا خود احادیث صحیحہ میں حکم فرمایا، حدیثِ خلفا کلام قاری میں گزری، دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر۔[2]

ان دو کی پیروی کرو جو میرے بعد والی اُمت ہوں گے ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

رواہ احمد والترمذی وحسنہ وابن ماجۃ والرویانی والحاکم وصححہ وابن حبان فی صحیحہ عن حذیفۃ والترمذی والحاکم عن ابن مسعود وابن عدی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اسے احمد نے اور ترمذی نے روایت کرکے حسن کہا، ابن ماجہ، رویانی اور حاکم نے روایت کرکے اسے صحیح قرار دیا، ابن حبان نے اسے اپنی صحیح میں روایت کیا حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ترمذی اور حاکم نے حضرت ابن مسعود سے اور ابن عدی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم اور ان سب نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بیان کیا ہے (ت)

بلکہ تقلیدِ عام صحابہ ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہم وعنہ کا مذہب ہے بلکہ وہابیہ کے نزدیک تین قرن تک حکم تقلید بلکہ منصب تشریع جدید ہے کما بیناہ فی کتبنا فی الرد علیہم (جیسے کہ ہم نے اپنی کُتب میں ان کا رد کرتے ہوئے واضح کیا ہے۔ ت) بہرحال اس عمل کی دلیل جواز قرونِ ثلثہ میں متحقق ہُوئی اور گنگوہی صاحب ص ۲۸ میں کہتے ہیں:

"جس کے جواز کی دلیل قرونِ ثلثہ میں ہو وہ سب سنّت ہے اھ"[3]

تو روشن ہُوا کہ جناب گنگوہی صاحب کے نزدیک اذان میں نام اقدس سُن کر انگوٹھے چُومنا سنّت ہے اور حدیث سے ثابت کہ منکرِ سنّت پر لعنت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] براہین قاطعہ علی ظلام الانوار الساطعۃ مسئلہ فاتحہ اعتقادیہ ہے الخ مطبوعہ لے بلاساوا قع ڈھور ص ۹۶
[2] جامع الترمذی مناقب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۲/۲۰۷
[3] براہین قاطعہ علی ظلام الانوار الساطعۃ قرونِ ثلثہ میں موجود نہ ہونے کے معنی مطبوعہ لے بلاساوا قع ڈھور ص ۲۸

ستة لعنتهم لعنهم الله وكل نبي مجاب (الی قولہ) والتارك لسنتي رواہ الترمذی عن ام المؤمنین والحاکم عنها وعن علی والطبرانی بلفظ سبعة لعنتهم وکل نبی مجاب[۲] عن عمرو بن سغواء رضی اللہ تعالٰی عنہم بسند حسن۔

چھ آدمی ایسے ہیں جن پر میں نے لعنت کی اللہ ان پر لعنت کرے اور ہر نبی کی دعا مقبول ہے ازاں جملہ ایک وہ کہ میری سنّت کا منکر ہو، اس کو ترمذی نے ام المومنین سے[۱] اور حاکم نے ان سے اور حضرت علی سے روایت کیا اور طبرانی کے الفاظ یہ ہیں "سات آدمی ایسے ہیں جن پر میں نے لعنت کی اور ہر نبی کی دُعا مقبول ہے" یہ حضرت عمرو بن سغوی رضی اللہ تعالٰی سے سندِ حسن کے ساتھ مروی ہے۔ (ت)

اب صاحب فتاوی اشرفیہ اپنا حکم گنگوہی صاحب سے دریافت کریں یا گنگوہی صاحب کے حق میں خود کوئی حکم فرمائیں۔

(۱۶) اب اقامت کی طرف چلیے شامی سے بحوالہ مجہول قہستانی کا روایت نہ پانا تو نقل کر لائے اور اس سے یہ نتیجہ کہ فقہا نے اُس کا بالکل انکار کیا حالانکہ فقہائے کرام کا مسلک وُہ ہے جو امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر ص ۱۲ میں فرمایا:

عدم النقل لاینفی الوجود[۳] (عدمِ نقل، وجود کے منافی نہیں۔ ت)

(۱۷) عدم نقل کو نقل عدم ٹھہرانے کا رد خود اسی شامی میں جا بجا موجود، ازانجملہ جلد اول ص ۴۰ میں بعد ذکر احادیث فرمایا:

قال العلماء هذه الاحادیث من قواعد الاسلام وهو ان کل من ابتدع شیأ من الخیر کان له مثل اجر کل من یعمل به الی یوم القیٰمة[۴]

یعنی علمائے کرام نے فرمایا کہ یہ حدیثیں دین اسلام کے قواعد سے ہیں، ان سے یہ قاعدہ ثابت ہُوا کہ جو شخص کوئی اچھا کام نیا نکالے کہ پہلے نہ تھا قیامت تک جتنے مسلمان اس پر عمل کریں سب کے برابر ثواب اُس ایجاد کرنے والے کو ہو۔

(۱۸) بدعت و بے اصل کی بھی حقیقت سُن لیجئے، فتح اللہ المعین جلد ۳ ص ۴۰۲:

---

[۱] المستدرک کتاب الایمان ستة لعنتھم اللہ۔ دار الفکر بیروت ۱/۳۶

[۲] المعجم الکبیر ترجمہ عمرو بن سغواء حدیث نمبر ۸۹ المکتبة الفیصلیة بیروت ۱۷/۴۳

[۳] فتح القدیر کتاب الطہارت نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۰

[۴] رد المحتار مطلب یجوز تقلید المفضول الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۳

لا اصل لها لایقتضی الکراھۃ ولذا قال فی الدر ما قیل انھا بدعۃ ای مباحۃ حسنۃ[1]۔ | یعنی بے اصل ہونے سے مکروہ ہونا لازم نہیں آتا اسی لیے دُرمختار میں فرمایا کہ اسے جو بدعت کہا گیا کے معنی یہ ہیں کہ نو پیدا جائز اچھی بات ہے (ت)

(۱۹) فرض کردم کہ اس سے بوجہ عدم نقل انکار مطلق ہی مقصود ہو تو بحال عدم نقل احکام فقہا جن کا نمونہ ہم نے ذکر کیا اس کے معارض ہوں گے اور ترجیح و توفیق و توجیہ و تحقیق کہ ہمارے رسائل رَدّ وہابیہ میں بہ اس کی مؤنت جناب گنگوہی صاحب نے کم دی اور منکرین کو کسی عبارت خلاف سے شبہہ ڈالنے کی گنجائش نہ رکھی کہ اس سے غایت درجہ مسئلہ عدم نقل میں اختلاف ثابت ہوگا اور گنگوہی صاحب براہین ص ۱۳۷ میں فرماتے ہیں :

"اس کی کراہت مختلف فیہ ہوئی اور مختلف فیہ مسئلہ تو یُوں بھی بلاضرورت جائز ہوجاتا ہے[2]۔"

یہ وہاں کہی اور پُوری غیر مقلدی بلکہ بہوائے نفس اتباع رُخص حلال کردینے کی داد دی ہے جہاں ہمارے علماء اور امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اختلاف ہے تو جہاں خود علمائے حنفیہ کے قول دونوں طرف ہوں وہ تو بدرجہ اولٰی بلاضرورت مطلقاً جائز رہے گا اور منکر کہ قول خلاف سے سند لائے احمق کج فہم ٹھہرے گا۔

(۲۰) نہیں نہیں فقط جائز نہیں بلکہ گنگوہی صاحب کے دھرم میں وقتِ اقامت ہی تقبیل مذکور سنّت اور تھانوی صاحب کا اُس پر انکار گمراہی و ضلالت اور بحکمِ حدیث موجب لعنت ہے۔ علماء فرماتے ہیں اقامت احکام میں مثل اذان ہے سوا مستثنیات کے، بلکہ ہدایہ میں ہے :

یروی انہ لاتکرہ الاقامۃ ایضا لانھا احدی الاذانین[3]۔ | اور یہ مروی ہے کہ اقامت بھی مکروہ نہیں کیونکہ یہ بھی ایک اذان ہے۔ (ت)

اور عند التحقیق تنقیح مناط انتفائے خصوص کرے گی تو اُس کی دلیل جواز ہی متحقق ہوئی اور سنّت ٹھہری، گنگوہی صاحب کے نزدیک تو سنّت ہونے کے لیے اثر فعلی کی جنس بھی قرونِ ثلثہ میں موجود ہونے کی حاجت نہیں یہاں تو اُس کی جنس یعنی تقبیل اذان خود موجود ہے براہین گنگوہی ص ۸ ۱ میں ہے :

"جس کے جواز کی دلیل قرونِ ثلثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی اُن قرون میں ہُوا یا نہ ہوا اور خواہ اُسکی

---

[1] فتح المعین فصل فی الاستبراء وغیرہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۰۲
[2] براہین قاطعہ علی ظلام الانوار الساطعۃ تحقیق مسئلہ اجرۃ تعلیم القرآن الخ مطبوعہ بلاسا واقع ڈھور ص ۱۳۷
[3] الہدایۃ باب الاذان مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/ ۷۲

جنس کا وجود خارج میں ہوا ہو یا نہ ہوا ہو وہ سب سنت ہے[1]؛

یہ اُس چار سطری تحریر تلک عشرون کاملة (یہ مکمل بیس دلائل ہیں۔ ت) وہ بھی بنہایت اختصار، اب ڈیڑھ سطری منہیہ کی طرف چلئے وباللہ التوفیق۔

(۲۱) علمائے کرام نے کہ نفی صحت میں مرفوع کی تخصیص فرمائی بکمال حیا اُس کا مطلب یہ گھڑا کہ اس بارہ میں حدیث موقوف اگرچہ منقول ہے مگر ضعیف الاسناد ہے، کیا علمانے یہ فرمایا تھا کہ اس بارہ میں حدیث مرفوع کوئی منقول ہی نہیں یا یہ فرمایا تھا کہ جو منقول ہے ضعیف نہیں بلکہ صحیح ہے یا یہ فرمایا تھا کہ ضعیف بھی نہیں بلکہ موضوع ہے انھیں تین صورتوں میں اس اختراعی مطلب پر مرفوع و موقوف کا تفرقہ اور تخصیص کا فائدہ صحیح رہتا مگر ہر ذرا سے فہم والا بھی دیکھ رہا ہے کہ یہ بہر وجہ علماء پر افترا ہے علمانے یہی بتایا ہے کہ اس بارہ میں احادیث مرفوعہ اگرچہ منقول ہیں مگر درجۂ صحت پر نہیں بلکہ ضعیف ہیں یہی اس سے معنی منہیہ نے حدیث موقوف میں کہا تو فرق کیا رہا صراحۃً تخصیص مرفوع باطل کرنے کو تخصیص مرفوع کا مطلب ٹھہرانا جنون نہیں تو شدید مکاری ڈھٹائی سے مکاری نہیں تو سخت جنون و بے عقلی ہے۔

(۲۲) بفرض باطل یہی مطلب سہی مگر یُوں بھی کال نہ کٹا امام الطائفہ گنگوہی صاحب ایمان لا چکے کہ یہاں مقبول ہے اگرچہ ضعیف حدیث اور طائفہ بھر کا دھرم قرون کی تثلیث پھر حدیث موقوف و ضعیف موجود مان کر بدعت و بے اصل کہنا کیسا قول خبیث!

(۲۳) ایک بھاری دیانت یہ دکھائی کہ حدیث سے اس عمل کا طاعت ہونا نہیں نکلتا بلکہ رمد سے بچنے کا ایک منتر ہے الحق حیا و ایمان متلازم ہیں یہ اعتراض اگر چل سکتا تو نہ موقوف و ضعیف بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد صحیح اگر صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہوتا اُسے بھی اڑا دیتا، حدیثوں میں تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کی شفاعت فرمائیں گے اُسے اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں گے اور منہیہ کہتا ہے کہ یہ کوئی طاعت ہی نہیں کیا کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے کہ جس پر یہ عظیم و جلیل ثواب موعود ہوں وہ سرے سے طاعت ہی نہیں ایک منتر ہے۔

(۲۴) حدیث ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہے یُوں پڑھے:

رضیت باللہ ربًّا وبالاسلام دینا وبمحمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نبیا[2]

میں اللہ تعالٰی کے رب، اسلام کے دین اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی اور خوش ہوں۔ (ت)

---

[1] براہین قاطعہ الخ قرون ثلثہ میں موجود ہونے نہ ہونے کے معنی مطبوعہ لے بلاسا واقع ڈھور ص ۲۸

[2] المقاصد الحسنہ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دار الکتاب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۳۸۴

حدیثِ خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے یُوں کہ :

| | |
|---|---|
| مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[1] | اے میرے حبیب ! مرحبا ، آپ کا اسم گرامی محمد بن عبد اللہ ( صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ) ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ۔ ( ت ) |

اسی طرح حدیثِ سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے ۔

چوتھی روایت میں ہے یُوں کہ :

| | |
|---|---|
| صلی اللہ تعالیٰ علیك یا رسول اللہ قرۃ عینی بك یا رسول اللہ اللھم متعنی بالسمع والبصر[2] | اے اللہ کے رسول آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلاۃ ( رحمت ) ہو ، یا رسول اللہ ! آپ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں ، اے اللہ ! میری سماعت و بصارت کو اس کی برکت سے مالامال فرما ۔ ( ت ) |

پانچویں میں ہے درود پڑھے ۔

چھٹے میں ہے یُوں کہ :

| | |
|---|---|
| صلی اللہ علیك یا سیدی یا رسول اللہ یا حبیب قلبی ویا نور بصری ویا قرۃ عینی[3] | یا سیّدی یا رسول اللہ ، اے میرے دل کے حبیب ، اے میری آنکھوں کے نور و سرور ، اور اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک آپ پر اللہ تعالیٰ رحمت فرمائے ( ت ) |

ساتویں میں ہے یُوں کہ :

| | |
|---|---|
| اللھم احفظ حدقتی ونورھما ببرکۃ حدقتی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ونورھما[4] | اے اللہ ! میری آنکھوں کی حفاظت فرما اور انہیں منور فرما نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں اور ان کے نور کی برکت سے ۔ ( ت ) |

منیہ کے نزدیک یہ اللہ و رسول کے ذکر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود ، اللہ عزوجل سے دُعا

---

[1] المقاصد الحسنہ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۳۸۴

[2] جامع الرموز باب الاذان " مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۲۵

[3] المقاصد الحسنہ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ " دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۳۸۴

[4] " " " " " " " " ص ۳۸۵

کچھ طاعت ہی نہیں حالانکہ ذکر ہی روحِ طاعت ہے اور دُعا مغزِ عبادت، اور درود کو مسلمان ایمان کا چین چین کا ایمان جانتے ہیں اگرچہ منہیہ منتر مانے۔

(۲۵) اس عمل مبارک کے فوائد میں ایک فائدہ جو یہ فرمایا گیا کہ جو ایسا کرے گا اُس کی آنکھیں نہ دُکھیں گی نہ کبھی اندھا ہو، اس جرم پر وہ ذکرِ الٰہی و درود و دُعا سب طاعت سے خارج ہو کر رد کا منتر رہ گئے، نام محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس عداوت کی کوئی حد ہے، صدہا حدیثیں ہیں جن میں تلاوتِ قرآن عظیم و تسبیح و تہلیل وحمد و تکبیر و لاحول وغیرہا اذکارِ جلیلہ پر منافعِ جسمانیہ و دُنیاویہ ارشاد ہوئے ہیں جسے شوق ہو صحاحِ ستہ و ترغیب و ترہیب امام منذری و جوامع امام جلیل سیوطی و حصن حصین امام جزری وغیرہا کتبِ حدیث مطالعہ کرے منہیہ کے دھرم میں یہ اسلامی ایمانی کلمے اور خود قرآن عظیم سب منتر ہیں جنھیں طاعت سے کچھ علاقہ نہیں اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(۲۶) اللہ و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر حکیم سے بڑھ کر حکیم ہیں اُن کی رعایا میں ہر قسم کے لوگ ہیں ایک وُہ عالی ہمت کہ اللہ و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اللہ و رسول کے لیے یاد کریں اپنی کوئی منفعت دنیوی تو دنیوی اُخروی بھی مقصود نہ رکھیں یہ خالص مخلص بندے ہیں جن کی بندگی میں کسی ذاتی غرض کی آمیزش نہیں ان کے لیے وصلِ ذات ہے جن کو فرمایا:

| | |
|---|---|
| والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا[1] | جو ہماری یاد میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم یقیناً ان کے لیے اپنے تمام راستے کھول دیتے ہیں۔ (ت) |

دوسرے وُہ جن کو کسی طمع کی چاشنی اُبھارے مگر نفعِ فانی کے گرویدہ نہیں باقی کی تلاش ہے قرآن و حدیث میں نعیم جنت کے بیان ان کی نظیر سے ہیں جن کو فرمایا:

| | |
|---|---|
| ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ۔[2] | اللہ تعالٰی نے مومنوں سے ان کی جان و مال کو جنت کے عوض خرید لیا ہے (ت) |

تیسرے وُہ جن کو نفعِ عاجل کی امید دلانا زیادہ مؤید ہے جن کو فرمایا:

| | |
|---|---|
| فقلت استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا۔[3] | میں کہتا ہُوں تم اپنے رب سے معافی مانگو وہ یقیناً معافی دینے والا ہے وہ آسمان سے تم پر زوردار بارش بھیجے گا۔ (ت) |

---

[1] القرآن ۲۹/۶۹
[2] القرآن ۹/۱۱۱
[3] القرآن ۷۱/۱۰

اور فرمایا:

قل هو للذین اٰمنوا هدی و شفاء[1]۔

فرما دیجئے یہ مومنوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے (ت)

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اغزوا تغنموا وصوموا تصحوا وسافروا تستغنوا[2] و فی حدیث حجوا تستغنوا[3]۔

جہاد کرو غنیمت پاؤ گے اور روزہ رکھو تندرست ہو جاؤ گے اور حج کرو غنی ہو جاؤ گے۔

روی الاول الطبرانی فی الاوسط بسند صحیح عن ابی هریرة رضی اللہ تعالٰی عنه والاٰخر عبد الرزاق عن صفوان بن سلیم مرسلا ووصله فی مسند الفردوس۔

پہلی کو طبرانی نے اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا اور دوسری کو عبدالرزاق نے صفوان بن سلیم سے مرسلاً روایت کیا، اور مسند الفردوس میں یہ متصلاً مروی ہے (ت)

چوتھے وہ پست فطرت دون ہمت کہ امید نفع پر بھی نہ سرکیں جب تک تازیانہ کا ڈر نہ دلائیں قرآن و حدیث میں عذاب نار کے بیان ان کی نظر سے ہیں جن کو فرمایا:

ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض له شیطٰنا فهو له قرین وانهم لیصدونهم عن السبیل ویحسبون انهم مهتدون ۝ حتی اذا جاءنا قال یٰلیت بینی وبینك بعد المشرقین فبئس القرین ولن ینفعکم الیوم اذ ظلمتم انکم فی العذاب مشترکون[4]۔

جسے رتوند آئے رحمان کے ذکر سے ہم اس پر ایک شیطان متعین کردیں گے کہ وہ اس کا ساتھی رہے اور بیشک وہ شیطان ان کو راہ سے روکتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں یہاں تک کہ جب کافر ہمارے پاس آئے گا اپنے شیطان سے کہے گا ہائے کسی طرح مجھ میں تجھ میں پورب پچھم (مشرق و مغرب) کا فاصلہ ہوتا تو کیا ہی برا ساتھی ہے۔ اور ہرگز تمہارا اس (حسرت) سے بھلا نہ ہوگا آج جبکہ (دنیا میں) تم نے ظلم کیا تو تم سب عذاب میں شریک ہو (ت)

اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من لم یدع اللہ غضب علیه[5] رواه ابن ابی شیبة

وہ شخص جو اللہ تعالٰی سے دعا نہیں مانگتا اس پر اللہ تعالٰی

---

[1] القرآن ۴۱/۴۴

[2] المعجم الاوسط حدیث نمبر ۸۳۰۸ مکتبۃ المعارف ریاض سعودیہ ۹/۱۴۴

[3] المصنف لعبد الرزاق باب فضل الحج المکتب الاسلامی بیروت ۵/۱۱

[4] القرآن ۴۳/۳۶ تا ۴۰

[5] مصنف ابن ابی شیبہ (۱۵۰۰۷) فی فضل الدعاء حدیث ۹۲۱۶ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۰/۲۰۰

فی المصنف عن ابی هریرة وبلفظ من لم یسأل الله یغضب علیه[1] احمد والبخاری فی الادب المفرد والترمذی وابن ماجة و البزار وابن حبان والحاکم وصححاه و للعسکری عنه رضی الله تعالٰی عنه فی المواعظ بسند حسن عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال قال الله تعالٰی من لا یدعونی اغضب علیه[2] اللّٰهم صل وسلم وبارك علیه وعلٰی اٰله وصحبه وابنه وحزبه ابدا اٰمین۔

ناراض ہوتا ہے، اسے ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے، حدیث کے دوسرے الفاظ یہ ہیں: وہ شخص جو اللہ تعالٰی سے سوال نہیں کرتا اللہ تعالٰی اس پر ناراض ہوتا ہے اسے احمد اور بخاری نے "الادب المفرد" میں، ترمذی، ابن ماجہ، بزار، ابن حبان اور حاکم سب نے روایت کیا ہے اور آخری دو نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور عسکری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اپنی "المواعظ" میں سند حسن کے ساتھ بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے: جو شخص مجھ سے دُعا نہیں کرتا میں اس پر ناراض ہوتا ہوں۔ اللہ تعالٰی ہمیشہ رحمت کاملہ اور سلامتی بھیجے آپ پر، آپ کی آل، اصحاب، بیٹے اور گروہ سب پر، آمین (ت)

صاحب منیہ اللہ عزوجل کی حکمتوں کو باطل کرتا اور طاعت کو صرف قسم اوّل میں منحصر کرنا چاہتا اور حدیث و قرآن کے تمام اذکار جنت ونار ترغیب وترہیب کو لغو وفضول بلکہ اغوا واضلال بناتا ہے کہ بندوں کو مقصود سے دُور کرکے منتر جنتر میں لا ڈالا۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[3] (عنقریب جان لیں گے ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ ت)

(۲۷) عوام پر غیظ ہے کہ وہ یہ ذکر خدا اور رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باعتقاد طاعت کرتے ہیں الحمدللہ مسلمانوں کے عوام آپ جیسے خواص سے عقل وفہم وفضل وعلم میں بدرجہا زائد ہیں وہ اپنے رب عزوجل کے ذکر ودعا اور اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر ومحبت وتعظیم وتوسل کو طاعت نہ جانیں تو کیا آپ کی طرح ذکر وتعظیم مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بہرحیلہ ممکنہ باطل کرنے بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صریح توہینوں کو عبادت مانیں۔ وہ ردِ چشم کامل ہی سہی، فرض کیجئے ایک دیوبندی اپنی آنکھوں کے علاج کو جالینوس کا شیاف یا ابن سینا کی سلائی لگاتا ہے اور ایک مسلمان سورۂ فاتحہ وآیۃ الکرسی واسم الٰہی نور وصلاۃ نور سے علاج کرتا ہے آپ کے دھرم میں دونوں برابر

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی فضل الدعاء مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۷۳

[2] کنز العمال، بحوالہ العسکری الباب الثامن فی الدعاء الخ مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت ۲/۶۲

[3] القرآن ۲۶/۲۲۷

ہیں کہ ایک فعل مباح کر رہے ہیں، طاعت نہ یہ نہ وہ، مگر مسلمان جانتے ہیں کہ کہاں جالینوس و ابن سینا پر بھروسا اور کہاں کلام اللہ نورِ ہُدٰی و شفاء، و اسمائے الٰہیہ سے توسل والتجایہ ضرور طاعت اور اس کے حسن ایمان کی علامت ہے ولکن النجدیۃ لایعلمون (لیکن نجدی نہیں سمجھتے ۔ ت) بات یہ ہے کہ وعیدوں یا جسمانی دنیاوی بلکہ اُخروی منفعتوں ثوابوں کے وعدے سے بھی حاشا یہ مراد خدا اور رسول نہیں جل وعلا و صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کہ اُن وعیدوں سے بچنا یا اُن منافع کا ملنا ہی مقصود بالذات بنا کر اسی غرض و نیت سے ذکرِ خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کرو کہ یہ تو قلب موضوع و عکس مقصود ہے جو عبادت جنت کی نیت سے کرے کہ وہی اُس کی مقصود بالذات ہو ہرگز عابد خدا نہیں عابد جنت ہے، توراتِ مقدس سے منقول اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو بہشت کی طمع یا دوزخ کے ڈر سے میری عبادت کرے کیا اگر میں جنت و نار نہ بناتا مستحق عبادت نہ ہوتا، بلکہ اس سے مراد صرف اُبھارنا ہے کہ اس طمع و خوف کے لحاظ سے عمل لوجہ اللہ کریں مضرت سے بچنا یا منفعت جسمانی خواہ روحانی دنیوی خواہ اُخروی کا ملنا مقصود بالعرض ہو جیسے حج میں تجارت جہاد میں غنیمت، روزے میں صحت، نماز میں کسرت، بحمداللہ تعالٰے مسلمانوں کے عوام اپنے رب کی مراد سمجھے اور اس عمل میں بھی وہی اُن کا مقصود ہوا کہ اپنے رب جل وعلا اپنے نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہیں اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نامِ اقدس پر براہِ محبت و تعظیم بوسہ دیتے ہیں اور یہ سب قطعاً طاعت و مرادِ شریعت ہے اس کی برکت اس کے طفیل اس کے صدقہ سے ہمیں یہ جسمانی فائدہ بھی ملے گا کہ آنکھیں نہ دُکھیں گی اندھے نہ ہوں گے یہ عین وہی نیت ہے جو شارع کو ایسے وعدوں میں مقصود ہوتی ہے مگر خائب و خاسر، احمق و غادر وہ کہ ایسے وعدوں پر بھُول کر اصل مقصود خدا و رسول کو بھُول جائے اور ان کے ذکر و تعظیم و محبت کو نرا منتر بنائے نسوا اللّٰہ فانسٰھم انفسھم[1] (جو بھُول گئے اللہ تعالٰی کو تو اس نے انھیں بلا میں ڈالا کہ اپنی جانیں یاد نہ رہیں ۔ ت)

(۲۸) غنیمت ہے کہ رد کا منتر مان کر منتر کے نام سے وہ محض عدم روایات یا ضعف مروی بدعت بدعت کا بھوت تو اُترا اور یہ عمل مباح ٹھہرا ورنہ عدمِ ورود پر بدعت و بے اصل ہونے کے جو معنی آپ حضرات کے یہاں ہیں اُن کا مصداق کسی طرح مباح نہیں ہو سکتا اگرچہ اعتقادِ طاعت نہ ہو۔

(۲۹) یہ تو اور گزرا کہ اسی فعل کو اذان میں ہو خواہ اقامت میں محض مباح جاننا شریعتِ گنگوہیہ کے بالکل خلاف ہے کہ اُس میں یہ عمل سنت ہے تو عوام ہی ٹھیک سمجھے اور طاعت کے طاعت اعتقاد کرنے کو بدعت بتا کر تمھیں بدعتی بدمذہب ہوئے اگرچہ دیوبندیت کی معراج ترقی فی المادق من الدین کے بعد بدعت کی کیا گنتی ع

---

[1] القرآن ۵۹/۱۹

## ما علی مثلہ بعد الخطاء
(بعد از خطا اس کی مثل پر کیا لازم آئے)

مگر یہاں یہ گزارش ہے کہ مباح بمعنی شامل فرض جس طرح امکان عام شامل وجوب ہے قطعاً یہاں مراد نہیں ورنہ فرض کو بھی طاعت سمجھنا گمراہی و بدعت ہو، لاجرم مباح بمعنی مساوی الطرفین نظیر امکان خاص مراد ہے یعنی وہ فعل نہ محمود نہ مذموم، آپ نے اُسے ردِ چشم کا منتر بنا کر ایسا ہی مباح سمجھا اور یہ شریعت گنگوہیہ سے کفر ہے عالی جناب گنگوہی صاحب کے دھرم میں کوئی فعل ایسا مباح نہیں اُسی صفحہ ۲۸ پر بولتے ہیں :

جس کے جواز کی دلیل قرونِ ثلثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی اُن قرون میں ہوا یا نہ ہوا وہ سب سنت ہے اور جس کے جواز کی دلیل نہیں خواہ وہ ان قرون میں بوجود خارجی ہوا یا نہ ہُوا وہ سب بدعت ضلالت ہے۔[1]

ظاہر ہے کہ کوئی فعل ہو یا اُس کے جواز کی دلیل قرونِ ثلثہ میں ہو گی یا نہیں، تیسری شق ناممکن ہے کہ یہ حصر عقلی دائر بین النفی والاثبات ہے اور گنگوہی صاحب دو کلیہ دے گئے کہ شق اول کے سب سنت ہیں اور شق دوم کے سب ضلالت۔ اب وہ کون سا رہا کہ دونوں سے خارج ہو کر نرا مباح ہو بلکہ نہ ایک مباح نہ مکروہ تنزیہی و خلاف اولٰی و مستحب یہ سب احکامِ شرعیہ یکسر اُڑ گئے یہ ہے وہ گنگوہی شریعت کا تازہ جوہر جس پر صفحہ ۲۹ میں یہ نازہیں کہ

اس قاعدہ کو خوب غور کرنا اور سمجھ لینا ورنہ اس عاجز کو اساتذہ جہانبذیہ کی توجہ سے حاصل ہوا ہے اس جوہر کو اس کتاب میں ضرورۃً رکھتا ہوں۔[2]

کیا نفیس جوہر ہے کہ ادھر تو شریعت محمدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آدھے احکام اُڑ گئے اُدھر آدھی وہابیت اپنا جوہر کر گئی جس کا بیان منیر العین افادہ مذکور میں ہے منیر العین نے آنکھیں کھول دی تھیں پھر بھی تنبہ نہ ہوا اور کیوں ہوتا کہ حضور اقدس عالم ماکان و مایکون صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صحیح حدیث صحیح بخاری شریف میں فرما چکے ہیں ثم لا یعودون فیہ[3] (پھر وہ لوٹ کر دین میں نہیں آئیں گے۔ت)

(۳۰) مباح کا اعتقاد طاعت سے بدعت ہو جانا اگر اس سے یہ مراد کہ جو شے مباح محض ہے جس کے فعل و ترک شرعاً دونوں مساوی اُسے فی نفسہٖ مامور بہ و مطلوب شرع اعتقاد کرنا اُسے بدعت کر دیتا ہے تو منہیہ والے کے پاس کیا دلیل ہے کہ یہ فعل مساوی الطرفین ہے اور عام عوام فی نفسہٖ اس کو مامور بہ یا مطلوب من جہۃ الشرع اعتقاد کرتے ہیں اب یہاں وہ علم غیب کا مسئلہ جانگزائے اہلِ منہیہ ہوگا جو ہمارے سائل فاضل سلمہ نے ایراد کیا اور اگر یہ مراد کہ مباح کو بہ نیت قربت کرنا اسے بدعت کر دیتا ہے تو شریعت مطہرہ پر محض افتراء ہے بلکہ مباح کو بہ نیت قربت کرنا اسے قربت کر دیتا ہے

---

[1] براہین قاطعہ علی ظلام انوار الساطعہ قرونِ ثلثہ میں موجود ہونے نہ ہونے کا معنی مطبوعہ بلا ساواقع ڈھور ص ۲۸
[2] " " " " " " " ص ۲۹
[3] صحیح البخاری آخر کتاب التوحید مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۲۸

اور ہر قربت طاعت ہے تو اُس میں اعتقادِ طاعت ضرور حق اور اُسے بدعت بتانا جہل مطلق، اشباہ والنظائر و ردالمحتار میں ہے:

اما المباحات فتختلف صفتها باعتبار ما قصدت لاجله فاذا قصد به التقوی علی الطاعات او التوصل الیها کانت عبادة۔[1]

باقی مباحات کا معاملہ نیت کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے اگر ان سے مقصود طاعات پر تقوٰی یا ان تک پہنچنا ہو تو پھر یہ عبادت ہے۔ (ت)

غمز العیون میں ہے:

کل قربة طاعة ولا تنعکس[2] (ہر قربت طاعت ہے اور ہر طاعت قربت نہیں ہوتی۔ ت)

یہ اس ڈیڑھ سطر منہیہ پر تلک عشرة کاملة (دس مکمل دلائل ہیں۔ ت) ہیں۔

بالجملہ منکرین کے پاس کوئی دلیل نہیں اور ادعائے بے دلیل سے بدتر کوئی شے ذلیل نہیں دربارۂ اذان تو احادیث وارد اور اس کا استحباب کُتبِ فقہ میں مصرح تو انکار نہیں مگر جہل مبین اور دربارۂ اقامت اگر ورود نہیں کہیں منع بھی نہیں اور بے منع شرعی منع کرنا ظلم مبین ادنٰی درجۂ منع کراہت ہے اور کراہت کے لیے دلیل خاص کی حاجت ہے اور بے دلیل شرعی ادعائے منع شریعت پر افتراء وتہمت ہے، ردالمحتار جلد ۱ ص ۶۸۳:

لایلزم منه ان یکون مکروها الا بنهی خاص لان الکراهة حکم شرعی فلا بدله من دلیل۔[3]



اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مکروہ ہو مگر کسی نہی خاص کے ساتھ کیونکہ کراہت حکم شرعی ہے اس کے لیے دلیل کا ہونا ضروری ہے۔ (ت)

البحرالرائق جلد ۲ ص ۱۶۹:

لایلزم من ترک المستحب ثبوت الکراهة اذ لا بد لها من دلیل خاص۔[4]

ترکِ مستحب سے کراہت کا ثبوت نہیں ہوتا کیونکہ اس کیلئے خاص دلیل کی ضرورت ہے۔ (ت)

وہابیہ کی جہالت کہ جواز کے لیے ورود خاص مانگیں اور منع کے لیے دلیل خاص کی کچھ حاجت نہ جانیں اس اوندھی الٹی سمجھ کا کیا ٹھکانا، مگر علت وہی شریعتِ مطہرہ پر افتراء اٹھانا۔ ردالمحتار جلد ۵ ص ۴۵۵:

لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللّٰه تعالٰی باثبات

احتیاط نہیں کرتے اللہ تعالٰی پر افتراء میں حرمت و

---

[1] الاشباہ والنظائر القاعدة الاولٰی من الفن الاول ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۳۲

[2] شرح غمز عیون البصائر مع الاشباہ " " " " ۱/ ۳۲

[3] ردالمحتار مطلب بیان السنۃ والمستحب الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۸۳

[4] البحرالرائق باب العیدین مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۶۳

الحرمۃ او الکراھۃ اللذین لابد لھما من دلیل بل فی القول بالاباحۃ التی ھی الاصل[1]

کراہت ثابت کرنے میں جن کے لیے دلیل کا ہونا ضروری ہے البتہ اباحت کا قول کرنے میں احتیاط کرتے ہیں جو کہ اصل ہے (ت)

ظاہر ہے کہ نامِ اقدس سُن کر انگوٹھے چُومنا آنکھوں سے لگانا عرفاً دلیلِ تعظیم و محبت ہے اور امورِ ادب میں قطعاً عرف کا اعتبار۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

فیحال علی المعھود حال قصد التعظیم[2]

تعظیم مقصود ہونے کے وقت اسے عرف پر محمول کیا جائے گا۔ (ت)

اور تعظیم حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطلقاً مامور بہ۔

قال اللہ تعالٰی لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ[3]

اللہ تعالٰی کا ارشادِ مبارک ہے: تم اللہ تعالٰی اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور ہمیشہ ان کی تعظیم و توقیر بجالاؤ (ت)

اور مطلق ہمیشہ اپنے اطلاق پر جاری رہے گا جب تک کسی خاص فرد سے منعِ شرعی نہ ثابت ہو جیسے سجدہ زیادات امام عتابی پھر جامع الرموز پھر ردالمحتار جلد ۵ ص ۳۷۹ میں ہے:



ان المطلق یجری علٰی اطلاقہ الا اذا قام دلیل التقیید نصا او دلالۃ فاحفظہ فانہ للفقیہ ضروری[4]

مطلق اپنے اطلاق پر ہی رہتا ہے مگر اس صورت میں کہ جب تقیید پر کوئی صراحۃً یا دلالۃً دلیل قائم ہو اسے اچھی طرح محفوظ کرلو کیونکہ یہ فقیہ کے لیے ضروری قاعدہ ہے۔ (ت)

مگر ہے یہ کہ اشقیا کے نزدیک تعظیمِ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطلقاً شرک و ظلم ہے شریعت نے برخلاف قیاس بعض مواضع میں خدا جانے کس ضرورت سے ناچاری کو مقرر کر دی ہے لہذا مورد پر مقتصر رہے گی باقی اُسی اصل حکم پر شرک و بدعت حرام ٹھہرے گی فلہذا جہاں وارد ہوئی خدا کا دھرا سر پر، قہرِ درویش بجانِ درویش

---

[1] ردالمحتار کتاب الاشربۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/۳۲۶
[2] فتح القدیر باب صفۃ الصلوٰۃ " نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۴۹
[3] القرآن ۴۸/۹
[4] ردالمحتار فصل فی البیع من کتاب الحظر مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/۲۶۲

ماننی پڑی وہ بھی فقط ظاہراً نہ دل سے جیسے التحیات میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو غائبانہ ندا کرنے کا شریعت نے حکم دیا خدا جانے شریعت کو کیا ہوگیا تھا کہ عین نماز میں یہ غیر خدا کی تعظیم ادا اس پر دُور و نزدیک سے پکارنا رکھ دیا، خیر قہراً جبراً التحیات کے لفظ تو پڑھ لو مگر انشائے معنی کا ارادہ نہ کرنا وہ دیکھو امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی صراطِ مستقیم میں حکم لگا رہے ہیں کہ :

"صرف ہمت در نماز بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین گو جناب رسالتمآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر ست از استغراق در خیال گاؤ و خر خود" الٰی آخر الکلمۃ الملعونۃ لعن اللہ قائلھا وقابلھا۔

نماز میں اپنے شیخ یا بزرگوں میں سے کسی دوسرے بزرگ حتی کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف توجہ صَرف کرنا اپنے گدھے اور بیل کے خیال میں مستغرق ہوجانے سے کئی درجے بدتر ہے" آخر کلام ملعون تک، اللہ تعالٰی اس کلام کے قائل اور قبول کرنے والے کو اپنی رحمت سے دُور رکھے۔ (ت)



والہذا وہابیہ تصریح کرتے ہیں کہ تشہد میں السلام علیك ایها النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، سے حکایتِ لفظ کا ارادہ کرے قصدِ معنی نہ کرے تصریح کرتے ہیں کہ دُور سے یارسول اللہ کہنا شرک ہے مگر بحمد اللہ تعالٰی مسلمانوں کے ایمان میں تعظیمِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عین ایمان کی جان ہے اور علی الاطلاق مطلوبِ شرع، تو جو کچھ بھی جس طرح بھی جس وقت بھی جس جگہ بھی تعظیمِ اقدس کے لیے بجالائے خواہ وہ بعینہٖ منقول ہو یا نہ ہو سب جائز و مندوب و مستحب و مرغوب و مطلوب و پسندیدہ و خوب ہے جب تک اُس خاص سے نہی نہ آئی ہو جب تک اُس خاص میں کوئی حرجِ شرعی نہ ہو، وہ سب اس اطلاق ارشادِ الٰہی و تعزروہ وتوقروہ میں داخل اور امتثال حکم الٰہی کا فضل جلیل اسے شامل ہے والہذا ائمۂ دین تصریح فرماتے ہیں کہ جو کچھ جس قدر ادب و تعظیم حبیب رب العالمین جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں زیادہ مداخلت رکھے اُسی قدر زیادہ خوب ہے، فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق ومنسک متوسط و فتاوٰی علمگیریہ وغیرہا میں ہے :

کل ماکان ادخل فی الادب والاجلال کان حسناً۔[2]

جس قدر بھی ادب و عزت میں کامل ہو اتنا ہی زیادہ اچھا ہے۔ (ت)

امام ابنِ حجر مکی جوہر منظم میں فرماتے ہیں :

---

[1] صراطِ مستقیم ہدایت نامہ در ذکر محلات مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور ص ۸۶
[2] المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری باب زیارۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۳۶

تعظیم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بجمیع انواع التعظیم التی لیس فیہا مشارکۃ اللہ تعالٰی فی الالوھیۃ امر مستحسن عند من نوراللہ ابصارھم[1]۔

وہ لوگ جنھیں اللہ تعالٰی نے آنکھوں کا نور عطا فرمایا ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم کی تمام اقسام و صورتوں کو امرِ مستحسن تصور کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان میں ہرگز باری تعالٰی کے ساتھ شرکت کا کوئی پہلو نہیں۔ (ت)

تو مسلمان اگر وقتِ اقامت بھی تقبیل کرے ہرگز کوئی وجہِ ممانعت نہیں' اور اسے شرعاً ناجائز نہ کہے گا مگر وہ کہ شرع پرافترا کرتا یا نام و اکرام سید الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام سے جلتا ہے۔ اسی طرح نماز و استماع قرآن مجید و استماع خطبہ جن میں حرکت منع ہے اور ان کے امثال مواضع لزوم محذور کے سوا جہاں کہیں بھی یہ فعل بنظرِ تعظیم و محبت حضرت رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ ہو جیسا کہ بعض محبان سرکار سے مشہور ہے بہرحال محبوب و محمود ہے واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہٗ اتم واحکم۔

---

[1] الجوہر المنظم الفصل الاول مطبوعہ ادارۃ المرکزیۃ واشاعۃ القرآن گلبرگ لاہور ص ۱۲